امدادِ باہمی کی مختلف صورتیں ۔ قرآن کریم کی روشنی میں

ڈاکٹر محمد ھمایوں عباس شمس

اسلام میں انسانیت سے ہمدردی اور محبت کو از حد اہمیت دی گئی ہے۔ انسانوں کی حاجات کو پورا کرنا عبادت قرار دیا گیا۔ آسمانی برکات کا نزول زمین پر انسانوں سے ہمدردی وغمگساری سے مشروط کر دیا۔ اسی وجہ سے قرآن کریم نے جہاں انسانی جان کی تکریم وتعظیم کی تلقین کی وہاں انسانی جذبات کی قدر وقیمت سے بھی آگاہ کیا۔ معاشرہ کے افراد کی صلاحیتوں میں تفاوت کی بناء پر ہر فرد دوسرے کا محتاج ہے۔ کچھ افراد ایسے بھی ہوتے ہیں جو مفلوک الحال، مفلس، غریب الوطن اور نادار ہوتے ہیں۔ ایسے افراد کو نظر انداز کرنے کی بجائے مختلف صورتوں سے ان کی مدد کرنے کا حکم دیا۔ وہی معاشرہ مثالی کہلائے گا جہاں ہر کوئی دوسرے بھائی کے لئے قربانی دینے کا جذبہ رکھتا ہو۔ ایسا ہی مثالی معاشرہ مدینہ منورہ کی ریاست میں خاتم النبین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قائم فرمایا۔ قرآن کریم نے باہمی اعانت کی مختلف صورتوں کو بیان کیا ہے ان کا اجمالی خاکہ درج ذیل ہے۔

۱۔ زکوٰۃ، صدقات باہمی اعانت کی عملی تدبیر

قرآن کریم نے متعدد مقامات پر زکوٰۃ ادا کرنے کی تلقین کی تاکہ مال پاکیزہ بھی ہو اور اس میں بڑھوتی بھی ہو۔ زکوٰۃ کی یہ مقدار حب مال کو ختم کرنے کے لئے اکسیر کا درجہ رکھتی ہے اس کے بعد انسان میں فطری طور پر اپنا مال قربان کرنے کا جذبہ پیدا ہو جاتا ہے۔ سورہ توبہ(۱) میں زکوٰۃ کے مصارف ہشت گانہ افراد اور جماعت کی ضروریات کی تکمیل کرتے ہیں۔ اس طرح اسلام نے صرف افراد کی کفالت کا انتظام کیا بلکہ معاشرہ کے منتشر افراد کی شیرازہ بندی کا فریضہ بھی انجام دیا گویا افراد کی ذہنی وعلمی

صلاحیتوں کے ساتھ ساتھ ان کی دولت بھی معاشرتی ارتقاء اور کفالت عامہ کے لئے صرف ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن مجید نے زکوٰۃ کو ملت کے کھاتے پیتے افراد کی دولت میں غریبوں کا حق قرار دیا ہے۔(۲) لیکن ساتھ ہی اجر عظیم کی بشارت بھی سنائی۔(۳) اور اس فریضہ کو انجام نہ دینے والوں کو سخت وعید سنائی۔(۴)

مال میں قرض زکوٰۃ کے علاوہ بھی حق ہے۔ ابوالحسن علی ندوی نے اس کو ان الفاظ میں ادا کیا ہے: ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے عمل اور طرز زندگی اپنے ذوق ورجحان اپنی ترغیب ودعوت اور اپنے مخصوص اصحاب، اہل تعلق، اہل محبت واصحاب عزیمت کے سامنے اپنے نصائح وارشادات اور ہدایات وتعلیمات میں اس حد پر اکتفا نہیں کی اور اسکو ہمدردی وخیر خواہی اور ادائیگی حقوق کی سب سے اعلیٰ مثال یا آخری شکل قرار نہیں دیا، آپ نے اپنے معجزانہ نبوی اسلوب اور اس مختصر جملہ میں جس کے سامنے بڑے بڑے ادیبوں اور عالموں کی بلاغت وفصاحت ہیچ ہے اس بات کو اس طرح ادا کیا کہ ان فی الحال حقا سوی الزکوۃ۔(۵)

اسلامی معاشرہ میں زکوٰۃ وصدقات پر عمل کے بارہ میں اصحاب رسول کے طرز عمل کی وضاحت سلمان ندوی نے ان الفاظ میں کی ہے۔

صحابہ رضوان اللہ علیھم اجمعین نے آپ کی ہدایت کے بموجب ان دونوں قسموں کی خیراتوں پر اس شدت سے عمل کیا کہ جو استطاعت نہ بھی رکھتے تھے، وہ بازار جا کر مزدوری کرتے تھے، تاکہ جو رقم ہاتھ آئے وہ غریب ومعذور بھائیوں کی اخلاقی اعانت میں خرچ کریں اور اس معاملہ میں خود آپ نے یہاں تک اس طبقہ کی دلجوئی کی کہ فرمایا: اگر کسی کے پاس کچھ اور نہ ہو تو لطف ومہربانی سے بات ہی کرنا اس کا صدقہ ہے۔ اس سے زیادہ یہ کہ اس کی بھی ممانعت کی گئی کہ جو تمہارے سامنے ہاتھ پھیلائے اس کو سختی سے واپس نہ کیا کرو۔ خدا نے تعلیم دی:

﴿فَاَمَّا الْيَتِيْمَ فَلَا تَقْهَرْ وَاَمَّا السَّائِلَ فَلَا تَنْهَرْ﴾(٦)

'' تو یتیم کو دبایا نہ کر اور نہ مانگنے والی کو جھڑک ''

اس فریضہ میں کوتاہی کے نتائج کی طرف اشارہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''اس لطف، اس مدارات اور اس دلجوئی کے ساتھ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خدا کے حکم سے انسانیت کے قابل رحم طبقہ کی چارہ نوازی فرمائی اور ہم کو باہمی انسانی محبت اور ایک دوسرے کی مدد کا سبق پڑھایا اگر یہ حکم صرف اخلاقی حیثیت سے یا صرف مبہم طریقہ سے ہوتا یا سب کو سب کچھ دے ڈالنے کا عام حکم دے دیا جاتا تو کبھی اس پر اس خوبی، اس نظام اور اس پابندی کیساتھ عمل نہ ہوسکتا اور آج بھی مسلمانوں کے سامنے یہ راہ کھلی ہوئی ہے اور کچھ نہ کچھ ہر جگہ اس پر عمل ہے ہی، یہی سبب ہے کہ مسلمانوں میں اگر امیر کم ہیں تو ویسے غریب محتاج بھی کم ہیں جیسے دوسری قوموں میں نظر آتے ہیں تاہم افسوس ہے کہ ایک مدت سے مسلمانوں کا یہ نظام سخت ابتری کی حالت میں ہے اور اسکی تنظیم کی طرف سے غفلت برتی جارہی ہے جس کا نتیجہ یہ ہے کہ ہمارا ہر قسم کا جماعتی کام منتشر و پراگندہ ہے۔''(۷)

۲۔ قرض حسن

انفاق فی سبیل اللہ کے ایک پہلو کے لئے قرآن کریم نے قرض حسن کی حسین اصطلاح استعمال کی ہے:

﴿مَنْ ذَالَّذِیْ یُقْرِضُ اللّٰهَ قَرْضاً حَسَناً فَیُضٰعِفَهٗ لَهٗ وَلَهٗ اَجْرٌ کَرِیْمٌ﴾(۸)

کون ہے جو (اپنا مال) اللہ تعالیٰ کو بطور قرض حسن دے اور اللہ تعالیٰ کئی گنا بڑھا دے اس کے مال کو اس کے لئے (اس کے علاوہ) اسے شاندار اجر بھی ملے گا۔

یعنی اللہ کی راہ میں جو مال تم خرچ کرو گے اس کی حیثیت قرض کی ہوگی جسے قرض دیا جاتا ہے اس پر لازم ہوتا ہے کہ وہ اس کو واپس ادا کرے۔(۹)

اس آیت کریمہ سے واضح ہوتا ہے کہ قرض دو طرح کا ہوتا ہے۔

۱۔ قرضہ حسنہ ۲۔ قرضہ سیئہ

اول الذکر کی اخلاقی قدر و قیمت ہوتی ہے جبکہ ثانی الذکر ایسی کوئی خصوصیت نہیں رکھتا اس

وجہ سے قرآن کریم کی اس آیت کے ضمن میں مفسرین نے قرض حسن کی دس شرائط بیان کی ہیں جو کہ درج ذیل ہیں:

۱۔ مال کے بہترین حصہ میں سے دیا جائے۔(۱۰)

۲۔ ایسے اموال میں سے ہو جس کی انسان کو ضرورت ہو۔(۱۱)

۳۔ شدید ضرورت منداور محتاج افراد کو دیا جائے۔(۱۲)

۴۔ پوشیدہ ہو تو بہتر ہے۔(۱۳)

۵۔ احسان جتلایا جائے اور نہ تکلیف پہنچائی جائے۔(۱۴)

۶۔ اخلاص اور حسن نیت سے دیا جائے۔(۱۵)

۷۔ جو کچھ دیا جائے اسے کم سمجھا جائے خواہ بہت ہو۔(۱۶)

۸۔ ایسے مال سے دیا جائے جو محبوب ہو۔(۱۷)

۹۔ اپنے آپ کو مال کا مالک نہ سمجھا جائے بلکہ عمل تقسیم میں خالق اور محتاج کے درمیان واسطہ سمجھے۔(۱۸)

۱۰۔ مال حلال ہو۔(۱۹،۲۰)

۳۔ کفارات میں انسانی خدمت کا پہلو

قرآن کریم نے انسانوں سے ہمدردی واعانت کو اس قدر بلند مرتبہ عطا کیا ہے کہ خالصۃً عبادات الٰہی میں کسی کمی یا کوتاہی اور کسی جرم کی سزا کے ازالہ کیلئے جو حکم ارشاد فرمایا اس میں ایک انسانوں کی ضرورتوں کی تکمیل کو بھی رکھا۔ کفارہ مایغطی الاثم (۲۱) یعنی جو چیز گناہ کو دور کر دے، کو کہتے ہیں گویا خدمت خلق گناہ کو مٹانے اور درجات کی بلندی کا ایک اہم ذریعہ ہے۔ کسی کار خیر کو گناہ کا کفارہ قرار دینے کا مطلب یہ ہے کہ یہ نیکی اس گناہ پر چھا جاتی ہے اور اسے ڈھانک لیتی ہے جیسے کسی دیوار پر داغ لگ گیا ہو اور اس پر سفیدی پھیر کر داغ کا اثر مٹا دیا جائے۔(۲۲)

جرمانہ اور کفارہ میں فرق کی وضاحت اور انسانی فکر پر اثرات کا جائزہ لیتے ہوئے مولانا

مودودی لکھتے ہیں: ''یعنی یہ جرمانہ نہیں بلکہ ''توبہ'' اور'' کفارہ'' ہے۔ جرمانہ میں ندامت وشرمساری اوراصلاح نفس کی کوئی روح نہیں ہوتی بلکہ عموماً سخت ناگواری کے ساتھ مجبوراً دیا جاتا ہے اور بیزاری وتلخی اپنے پیچھے چھوڑ جاتا ہے برعکس اس کے اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ جس بندے سے خطا ہوئی ہے وہ عبادت اور کارِخیر اورادائے حقوق کے ذریعہ سے اس کا اثر اپنی روح پر سے دھودے اورشرمساری وندامت کے ساتھ اللہ کی طرف رجوع کرے،تاکہ نہ صرف گناہ معاف ہو بلکہ آئندہ کے لئے اس کانفس ایسی غلطیوں کے اعادہ سے بھی محفوظ رہے۔'' (۲۳) کفارات کے ذریعہ مخلوق خدا کی رفاہیت کو ذیل کی مثالوں سے سمجھا جاسکتا ہے۔

(i) کفارہ ظہار

اگرکوئی اپنی بیوی کو کہہ دے انت علی کظھر امی کہ تو مجھ پر اس طرح ہے جس طرح میری ماں کی پشت،اس قول سے اہل عرب میں نکاح ٹوٹ جاتا لیکن اسلام نے بندوں کی حالت پر رحم کرتے ہوئے اس گناہ کے کفارہ کی مختلف صورتیں رکھیں:

(ا) غلام کی آزادی

(ب) مسلسل دو ماہ کے روزے

(ج) ﴿فَمَنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ فَاِطْعَامُ سِتِّيْنَ مِسْكِيْناً﴾

جو (روزے رکھنے پر بھی قادر نہ ہو) تو وہ ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلائے۔(۲۴)

(ii) کفارہ یمین

وہ قسمیں جو نیت وارادہ سے اٹھائی گئی ہوں اور پھرانہیں پورا نہ کیا جائے تو اس قسم کو توڑنے پر باز پرس ہوگی اور کفارہ دینا پڑے گا۔اس کفارہ کی یہ صورتیں ہیں

(۱) ﴿اِطْعَامُ عَشَرَةِ مَسٰكِيْنَ......﴾

دس مسکینوں کو کھانا کھلایا جائے۔

(۲) ﴿اَوْ كِسْوَتُهُمْ﴾

یاان کولباس پہنایا جائے

(۳) ﴿اَوْ تَحْرِیْرُ رَقَبَةٍ﴾

یاغلام آزاد کیا جائے۔

(۴) ﴿فَصِیَامُ ثَلٰثَةِ اَیَّامٍ﴾

یا تین روزے (۲۵)

(iii) حالت احرام میں شکار کا کفارہ

احرام کی حالت میں شکار کرنے کا جو کفارہ شریعت نے مقرر کیا ہے اسکی ایک صورت یہ بتائی گئی: ﴿اَوْ کَفَّارَةٌ طَعَامُ مَسٰکِیْنَ﴾ یا اس جرم کا کفارہ یہ ہے کہ وہ چند مساکین کو کھانا کھلائے۔(۲۶)

(iv) قتل کا کفارہ اور عصر حاضر میں اسکا متبادل

قتل خطا کا کفارہ ''غلام کی آزادی'' (۲۷) بھی ہے۔ عصر حاضر میں غلامی کا رواج ختم ہو چکا ہے تو اس صورت حال میں کیا کیا جائے۔ مولانا امین احسن اصلاحی نے جو متبادل تجویز دی ہے وہ بھی خدمت خلق کے حوالہ سے اہم ہے وہ لکھتے ہیں: ''اس زمانے میں وہ شخص کیا کرے جو غلام آزاد کرنے کی مقدرت تو رکھتا ہے لیکن غلام میسر نہیں ہیں اور شریعت نے اس کا کوئی بدل بھی معین نہیں فرمایا ہے۔ ہمارے نزدیک اس زمانے میں اس کا بدل صدقہ ہے جو غلام کی قیمت کے تناسب سے ہو اور اگر یہ صدقہ غریب و نادار مسلمانوں کے قرضوں کی ادائیگی اور ان کے رہن شدہ مکانوں اور سامانوں کے چھڑانے پر صرف کیا جائے تو انشاء اللہ یہ طریقہ شریعت کے خلاف نہ ہوگا۔(۲۸)

۴۔ ادھار چیز دینا / وقتی یا ہنگامی معاونت و امداد

قرآن کریم نے سماجی بہبود کا جو تصور پیش کیا ہے اس میں انسانوں کے روزمرہ استعمال کی چیزوں کو بوقت ضرورت کسی کو دینا بھی شامل ہے اور ایسا فریضہ انجام نہ دینے والوں کو سخت دھمکی دی ہے۔

﴿...الَّذِیْنَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُوْنَ الَّذِیْنَ هُمْ یُرَآءُوْنَ وَیَمْنَعُوْنَ الْمَاعُوْنَ﴾(۲۹)

پھر تباہی ہے ان نماز پڑھنے والوں کیلئے جو اپنی نماز سے غفلت برتتے ہیں جو ریا کاری

کرتے ہیں اور معمولی ضرورت کی چیزیں (لوگوں کو) دینے سے گریز کرتے ہیں۔

''ماعون'' (common necessaries) ایک وسیع المعانی لفظ ہے۔ مفسرین (۳۰) کے نزدیک نے زکوۃ سے لے کر چھلنی، ڈول، سوئی، کلہاڑی، ہنڈیا، نمک، دیا سلائی تک کی عام اشیائے ضرورت اس میں شامل ہیں۔ اسی طرح ماعون کی تعریف میں یہ بھی آتا ہے کہ کسی کے ہاں مہمان آجائیں اور وہ ہمسائے سے چارپائی یا بستر مانگ لے یا کوئی اپنے ہمسائے کے تنور میں اپنی روٹی پکا لینے کی اجازت مانگے یا کچھ دنوں کیلئے باہر جارہا ہو اور حفاظت کے لئے اپنا کوئی قیمتی سامان دوسروں کے ہاں رکھوانا چاہے۔ پس آیت کا مقصود یہ بتانا ہے کہ آخرت کا انکار آدمی کو اتنا تنگ دل بنا دیتا ہے کہ وہ دوسروں کیلئے کوئی معمولی ایثار کرنے کے لئے بھی تیار نہیں ہوتا۔ (۳۱)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خواتین کو نماز عید میں شرکت کا فرمایا تو ایک خاتون نے عرض کی: ان لم یکن لھا جلباب. کہ اگر کسی خاتون کے پاس پردہ کیلئے چادر نہ ہو تو وہ کیا کرے۔ آپ نے ارشاد فرمایا: فلتعرھا اختھا من جلبابھا. یعنی اس صورت میں وہ اپنی کسی مسلمان بہن سے چادر ادھار لے لے۔ (۳۲)

اسی طرح ایک موقعہ پر فرمایا کہ جس کے پاس فالتو زمین ہو وہ اسے ہبہ کردے یا اَو لیعرھا اسے عاریۃً دے دے۔ (۳۳)

محمد اسد نے اس اصطلاح سے مراد کو کسی بھی مشکل و پریشانی میں مدد اور معاونت قرار دیا ہے۔

In its wider sence it denotes "aid" or "assistance" in any difficulty.(34)

ابن العربی الماعون کے لغوی مفہوم کو اس طرح بیان کرتے ہیں: ھو الامداد بالقوۃ والآلات و الاسباب المیسرۃ للامر . یعنی الماعون کسی کام کیلئے قوت، آلات اور میسر اسباب سے امداد ہے۔ (۳۵)

عاریۃً چیز دینے کی اہمیت حفظ الرحمن سیوہاری نے فقہی زبان میں یوں بیان کی ہے: ''امت کا اس پر اجماع ہے کہ عاریت نہ صرف جائز ہے بلکہ مستحسن اور مستحب بھی ہے اس لئے کہ اس میں مجبور

کی حاجت روائی اور نادار کی اعانت وامداد ہے۔''(۳۶)

۵۔ تعاون علی البر

قرآن کریم اور احادیث نبویہ میں امداد باہمی اور دوسروں کا بوجھ اٹھانے کی تلقین کی گئی ہے اور اسے فوز وفلاح کا مدار جانا ہے۔ اس اصول کے مطابق مسلم برادری کے تمام افراد خفیف سی قربانی دے کر برادری کے دوسرے افراد کی ضرورتوں کی کفالت کرتے ہیں۔ قرآن کریم میں ہے:

﴿ وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ ﴾(۳۷)

نیکی اور تقویٰ کے کاموں میں ایک دوسرے کی مدد کرو، گناہ اور سرکشی میں ایک دوسرے کی مدد نہ کرو۔

اس آیت میں مسلم وغیر مسلم سے باہمی تعاون وتناصر کا سنہری اصول بتایا ہے۔ ''البر'': أی التوسع فی فعل الخیر'' (۳۸) یعنی خیر کے کاموں کی کثرت اور التقویٰ: اجتناب کل مافیه ضرر لامر الدین. (۳۹) یعنی ہر اس کام سے اجتناب کرنا جو دین کے لئے ضرر رساں ہو۔ امام زمخشری لکھتے ہیں:

''ویجوز أن یراد العموم لکل بر وتقویٰ و کل اثم وعدوان''(۴۰)

ان دو اصولوں پر ہر مسلم اور غیر مسلم سے تعاون ہوگا لیکن ''الاثم''هو الحکم اللاحق عن الجرائم. (۴۱) اور ''العدوان''هو ظلم الناس. (۴۲) میں تعاون نہیں ہوگا۔ امام ماوردی نے تعاون وتناصر کی صورت اس طرح تحریر کی ہے''فی التقویٰ رضا اللّٰه تعالیٰ وفی البر رضا الناس، ومن جمع بین رضا اللّٰه تعالیٰ ورضا الناس فقد تمت سعادته. ''(۴۳) یعنی تقویٰ اللہ تعالیٰ کی رضا ہے اور البر میں عامۃ الناس کی رضا ہے جس نے ان دونوں کو جمع کرلیا اس نے اپنی سعادت وخوش بختی کو مکمل کرلیا۔

احمد مصطفیٰ المراغی تعاون کی اس کیفیت کو اجتماعیت کے (یعنی معاشرہ کے تکامل وارتقاء کے) بنیادی عناصر قرار دیا ہے۔ (۴۴)

البتہ اس تعاون کی کیفیات اور درجات معاشرہ کے مختلف افراد کے لئے مختلف ہیں۔ ابن

خویز منداد نے اسی لئے کہا کہ عالم کیلئے لازم ہے کہ وہ علم کے ذریعے لوگوں کی مدد کرے، غنی اپنے مال کے ذریعہ لوگوں سے تعاون کرے، بہادر اپنی شجاعت کے ذریعے اللہ کے رستہ میں جہاد کرے (تاکہ امن وامان قائم رہے) اسی طرح معاشرہ کے مختلف افراد ایک دوسرے سے تعاون کریں تاکہ قوت واحدہ کا مظاہرہ ہوسکے۔ (۴۵)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اشعری قبیلہ کے لئے فھم منی وانامنھم (کہ وہ مجھ سے ہیں اور میں ان سے ہوں) کے الفاظ سے اظہار محبت فرمایا اس کی وجہ ان کے ہاں امداد باہمی کا عملی مظاہرہ ہی تھا۔ ابوموسیٰ اشعری بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

"ان الاشعریین اذا ارملوا فی الغزو اوقل طعام عیالھم بالمدینہ جمعوا ماکان عندھم فی ثوب واحد ثم اقتسموہ بینھم فی اناء واحد بالسویہ" (۴۶)

اشعری جب جہاد میں نادار ہوں یا مدینہ میں ان کے اہل وعیال کا کھانا کم ہوتو ان کے پاس جو کچھ بچا ہوا اس کو ایک کپڑے میں اکٹھا کر لیتے ہیں پھر ایک ہی برتن سے آپس میں تقسیم کر لیتے ہیں۔

اشعریوں کی طرح آج بھی اگر امت محمدیہ مجموعی طور پر اپنے وسائل کا صحیح استعمال کرے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خاص نظر محبت کی مستحق ہوسکتی ہے۔ اور از سرِ نو قیادتِ عالم کے لئے اپنے آپ کو تیار بھی کرسکتی ہے۔

۶۔ شفاعت حسنۃ

کسی مشکل میں مسلمان بھائی کی مدد کرنا، اس کے حقوق کی بازیابی کے لئے کوشش کرنا اور اس کو نفع پہنچانا قرآن کے مطلوب انسان کے اوصاف میں سے ہے۔ قرآن کریم نے اس کے لئے شفاعت حسنۃ کی تعبیر اختیار کی ہے۔

﴿مَنْ يَّشْفَعْ شَفَاعَةً حَسَنَةً يَّكُنْ لَّهُ نَصِيبٌ مِّنْهَا وَمَنْ يَّشْفَعْ شَفَاعَةً سَيِّئَةً يَّكُنْ لَّهُ كِفْلٌ مِّنْهَا﴾ (۴۷)

جو شخص کسی نیک کام کی تحریک دے اس میں سے اسکا حصہ ہوگا اور جو برے کام کے لئے

ابھارے گا تو اس میں سے بھی اسے حصہ ملے گا۔

یہ آیت ظاہر کرتی ہے کہ اعمال صالحہ میں سب معاشرہ شریک ہے ہر ایک پر اپنی حیثیت کے مطابق ایک ذمہ داری اور فریضہ ہے جب لوگ اپنے اس اجتماعی فریضہ سے راہ فرار اختیار کرتے ہیں تو معاشرتی ادارے کمزور اور معاشرہ کے افراد میں باہم محبت کے جذبات سرد ہوتے ہیں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود شفاعت حسنہ کی تلقین ان الفاظ میں فرمائی: ابوموسیٰ اشعری بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں جب کوئی سائل آتا یا آپ سے کوئی ضرورت پوری کرنے کو کہا جاتا تو آپ فرماتے: اشفعوا فلتوجروا ویقضی اللّٰہ علی لسان نبیہ ماشاء . سفارش کرو تم کو اجر ملے گا اور اپنے نبی کی زبان سے تو اللہ وہی فیصلہ کردے گا جو وہ چاہے گا۔ (۴۸)

اس حدیث کی وضاحت کرتے ہوئے مفتی محمد شفیع لکھتے ہیں: اس حدیث میں جہاں سفارش کا موجب ثواب ہونا بیان فرمایا ہے وہیں یہ بھی بتلایا کہ سفارش کی حد یہی ہے کہ کمزور آدمی جو خود اپنی بات کسی بڑے تک پہنچانے اور اپنی حاجت صحیح طور پر بیان کرنے پر قادر نہ ہو تم اسکی بات وہاں تک پہنچا دو آگے وہ سفارش مانی جائے یا نہ مانی جائے اور اس شخص کا مطلوبہ کام پورا ہو یا نہ ہو۔ (۴۹) نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت جابر کے قرض کے سلسلہ میں ایک یہودی سے سفارش کی۔ (۵۰)

قرآن کریم کی ان تعلیمات سے اندازہ ہوتا ہے کہ مسلم معاشرہ ایک Unit کی حیثیت رکھتا ہے۔ جس طرح جسد واحد کے مختلف اعضاء ایک دوسرے کے لئے اپنی خدمات سرانجام دیتے ہیں اور اس سے جسم کی بقا ہے اسی طرح اسلامی معاشرہ ہے کہ افراد ایک دوسرے کی اعانت و کفالت کا اہتمام وانتظام کرتے ہیں تو گویا وہ اپنی ہی ضروریات کی تکمیل کر رہے ہیں ورنہ معاشرہ انتشار و پراگندگی کا شکار ہو جائے گا۔ آج ہمارے معاشرہ کا المیہ یہ ہے کہ یہاں ہر چیز ''میری'' ہے۔ ''میں ہی'' ہر چیز کا بلاشرکت غیر مالک ہوں اس کے نتیجہ میں ایثار و قربانی کا جذبہ مفقود ہو گیا، خون سفید ہو گئے، باہمی محبتیں نفرتوں میں تبدیل ہو گئیں۔ قرآن کا عطا فرمودہ باہمی تعاون وتناصر کا نظام اگر آج بھی عملاً نافذ کر دیا جائے تو عہد نبوی کی طرز پر دوسروں کے لئے قربانی دینے والا معاشرہ قائم ہو سکتا ہے۔

حوالہ جات

۱۔ التوبہ/۶۰ ۲۔ المعارج/۲۴-۲۵

۳۔ البقرہ/۲۶۱-۲۶۲ ۴۔ التوبہ/۳۴-۳۵

۵۔ علی میاں، ابوالحسن علی ندوی، ارکان اربعہ مجلس نشریات اسلام کراچی، ص:۲۱۳

۶۔ ضحیٰ/۹-۱۰

۷۔ سلمان ندوی، سیرت النبی، دارالمصنفین، اعظم گڑھ جلد:۵،ص:۱۸۴-۱۸۵

۸۔ الحدید:۱۱

۹۔ محمد کرم شاہ، پیر(م:۱۹۹۸)ضیاء القرآن، ضیاء القران پبلی کیشنز، لاہور، ۱۳۹۹، جلد۵،ص:۱۱۵

۱۰۔ البقرہ/۲۶۷ ۱۱۔ الحشر/۹

۱۲۔ البقرہ/۲۷۳ ۱۳۔ البقرہ/۲۷۱

۱۴۔ البقرہ/۲۶۴ ۱۵۔ البقرہ:۲۶۵

۱۶۔ المدثر/۶ ۱۷۔ آل عمران:۹۲

۱۸۔ الحدید/۷ ۱۹۔ المائدہ:۲۷

۲۰۔ i۔ طبرسی، ابوعلی فضل بن حسن (م:۵۴۸)، مجمع البیان

انتشارات ناصر خسرو ایران ۱۴۰۶، ص:۶،ص:۱۴۶

ii۔ قرطبی، ابوعبداللہ محمد بن احمد (م:۶۶۸) الجامع لاحکام القران

داراحیاء التراث العربی، بیروت، جلد۱۸،ص:۲۶۶-۲۶۷

iii۔ رازی، فخر الدین محمد بن ضیاء الدین (م:۶۰۶)، مفاتیح الغیب

داراحیاء التراث العربی، بیروت، ۱۴۱۵، جز۲۹،ص:۱۹۳

iv۔ مکارم شیرازی، ناصر، تفسیر نمونہ، ترجمہ سید صفدر حسین نجفی،

مصباح القرآن ٹرسٹ لاہور، ۱۴۱۷ھ، جلد:۱۳،ص:۳۸۵

۲۱۔ الفیروز آبادی، مجد الدین محمد بن یعقوب (م:۸۱۷ھ)، بصائر ذوی التمیز فی لطائف الکتاب

العزیز، المکتبہ العلمیہ بیروت جلد:۴،ص:۳۸۳-۳۸۴

۲۲۔ مودودی، ابوالاعلیٰ، مولانا، (م:۱۳۹۹ھ) تفہیم القرآن، ادارہ ترجمان القرآن ۲۰۰۲ء جلد اول ص:۳۸۳-۳۸۴

۲۳۔ مودودی، ابوالاعلیٰ، مولانا، (م:۱۳۹۹ھ) تفہیم القرآن، ادارہ ترجمان القرآن ۲۰۰۲ء جلد اول ص:۳۸۳-۳۸۴

۲۴۔ المجادلۃ:۴ ۲۵۔ سورۃ المائدہ/۸۹

۲۶۔ المائدہ:۹۵ ۲۷۔ النساء/۹۲

۲۸۔ اصلاحی، امین احسن، تدبر قران، فاران فاؤنڈیشن لاہور، جلد۲، ص:۱۳۳-۱۳۴

۲۹۔ الماعون/۵-۷

۳۰۔ امام قرطبی نے مختلف بارہ اقوال نقل کئے ہیں ملاحظہ فرمائیے: الجامع لاحکام القرآن، احیاء التراث العربی جزء۲۵، جلد:۲۱۳-۲۱۵

۳۱۔ تفہیم القرآن جلد۶ ص:۴۸۶

۳۲۔ سنن الترمذی، باب فی خروج النسآء فی العیدین

۳۳۔ صحیح مسلم، کتاب البیوع، باب کرآء الارض

۳۴۔ Asad, Muhammad, The Message of the Quran, Dar-al Andalus, Gibraltar, 1980, P:979

۳۵۔ ابن العربی، احکام القرآن، تحقیق عبدالرزاق المھدی، دارالکتاب العربی بیروت جلد۴، ص:۲۴۳/ الجامع لاحکام القران جزء۲۵ ص:۲۱۵

۳۶۔ سیوہاروی، حفظ الرحمان، اسلام کا اقتصادی نظام، یونیک پبلشرز لاہور، ص:۳۶۸

۳۷۔ المائدہ/۲ ۳۸۔ بصائر ذوی التمیز جلد۲، ص:۲۱۳

۳۹۔ بصائر ذوی التمیز جلد۲، ص:۳۰۰ ۴۰۔ الکشاف جلد اول، ص:۵۹۱

۴۱۔ الجامع لاحکام القرآن جزء:۲ص:۴۷ ۴۲۔ الجامع لاحکام القرآن جزء:۲ص:۴۷

۴۳۔ الجامع لاحکام القرآن جزء:۲ص:۴۷

۴۴۔ المراغی، احمد مصطفی تفسیر المراغی، دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۹۹۸ء جلد۲، ص:۳۷۷

۴۵۔ الجامع لاحکام القرآن جزء۶ ص:۴۷

۴۶۔ صحیح مسلم، کتاب فضائل الصحابه، باب من فضائل الاشعریین رضی اللّٰه عنهم)

۴۷۔ النساء/۸۵

۴۸۔ بخاری، کتاب الزکاۃ، باب التحریض علی الصدقۃ و الشفاعۃ فیها

۴۹۔ محمد شفیع، مفتی (م:۱۳۹۶) معارف القرآن، ادارۃ المعارف کراچی ۱۳۹۷ھ، جلد دوم، ص:۴۹۹

۵۰۔ صحیح بخاری، کتاب الاستقراض

تازہ پھر دانشِ حاضر نے کیا سحر قدیم
گذر اس عہد میں ممکن نہیں بے چوب کلیم
عقل عیار ہے سو بھیس بنا لیتی ہے
عشق بے چارہ نہ مُلّا ہے، نہ زاہد، نہ حکیم
عیشِ منزل ہے غریبانِ محبت پہ حرام
سب مسافر ہیں بظاہر، نظر آتے ہیں مقیم
ہے گراں سیرغمِ راحلہ و زاد سے تو
کوہ و دریا سے گذر سکتے ہیں مانندِ نسیم
مردِ درویش کا سرمایہ ہے آزادی و مرگ
ہے کسی اور کی خاطر یہ نصابِ زر و سیم

(اقبال، بالِ جبریل)